صہیونی تعلیمی نصاب کی ایک جھلک

رضی الدین سید

نئے عالمی نظام اورامریکی ایجنڈے کے تحت پورے عالم اسلام میں عموماً اورسرزمین پاکستان میں خصوصاً دوسری بڑی منفی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ اسکولوں، کالجوں اور جامعات کے تعلیمی نصابوں کوتبدیل کرنے اورانہیں لبرل بنانے کا کام بھی زوروشور کے ساتھ جاری ہے۔کہاجارہاہے کہ بطورانسانیت تمام انسان برابر ہیں لہذا بہت زیادہ بنیاد پرستی پھیلانے اوردوسرے مذاہب کے خلاف تعصبات کوجنم دینے والے مضامین کودرسی کتابوں سے نکال دیناچاہئے۔(معروف فری میسری تنظیم کانعرہ بھی یہی ہے کہ مذہب انسانیت ہی فی الاصل مذہب محبت ہے)۔

یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ گزشتہ سالوں میں ہمارے قومی نصاب سے سلطان صلاح الدین ایوبی اورحضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے بارے میں مضامین اور بعض حمدیہ نظمیں اورنعتیں بھی خارج ازنصاب کردی گئی ہیں۔اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں یہودیوں کے خلاف ہونے والی جنگ خیبر،اورگزشتہ دور میں بھارت کی جانب سے مسلط کردہ ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ کوبھی درسی کتابوں سے خارج کیاجاچکاہے۔حالانکہ ان معاملات پران دنوں پورے پاکستان میں بڑاواویلابھی مچاتھااورایک ہمہ گیر تحریک بھی چلی تھی۔لیکن جن منصوبوں کوصہیونی اور بھارتی ہدایات کے تحت دنیابھر میں نافذالعمل ہوناہوتا ہے،ان کے خلاف تمام احتجاج اور ہرقسم کاواویلا ہمارے ہاں بے معنی سمجھا جاتاہے۔

ایک طرف ہمارے حکمرانوں کی ذہنی مرعوبیت کادرج بالانمونہ ہےاوردوسری جانب خودصہیونیوں کااپنا طرزعمل ہے جوہرمعاملے پریکسوہےاورجنہیں اپنے ہاں کسی بھی قسم کی تبدیلی گوارانہیں ہے۔ذیل کی سطور کے ذریعے ایک جائزہ یہ لینے کی کوشش کی گئی ہے کہ خوداسرائیل میں تعلیمی اداروں میں نصاب کی کیاحالت ہےاوروہاں طلبہ کوکیاکچھ پڑھایااورسکھایاجارہاہے؟

امریکہ میں مقیم ایک عرب عیسائی Steven Slaita نے اپنی کتاب Anti arab Racism in the USA شائع شدہ امریکہ میں اسرائیل کے تعلیمی نصاب کے بارے میں کافی کچھ تفصیل سے بتایاہے۔اس نے لکھاہے کہ تل ابیب یونیورسٹی نے اپنے طلبہ کے لئے ایک کتاب شائع کی ہے جس میں واضح طورپربتایاگیاہے کہ ”یہودی ایک منصفانہ اورانسانی معاشرہ تشکیل دینے میں مصروف ہیں۔یعنی وہ ان عربوں کے خلاف جنگ کرنے میں منہمک ہیں جواسرائیل میں یہودیوں کوبسنے دینے کے قائل نہیں

ہیں،،۔ مذکورہ مصنف لکھتا ہے کہ اسرائیلی کتابوں میں یہودیوں کو بہادر، محنت کش، اور ملک کی ترقی میں مددگار کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ عرب قوم ان تمام خصوصیات سے عاری ہے۔ ان کتابوں میں عربوں کو ایک ایسی قوم ظاہر کیا گیا ہے جو کمتر، غیر مہذب، سست الوجود اور بے حس ہے۔ ان کے مطابق عرب قاتل ہیں، جلاؤ گھیراؤ کرتے ہیں، اور آسانی سے مشتعل ہوجاتے ہیں۔ ''یہ منتقم مزاج، بیمار، اور شور کرنے والے لوگ ہیں،،۔ کتاب اپنے طلبہ کو بتاتی ہے۔

اگرچہ اسرائیلی نصابوں میں حالات کے تحت بعض اصلاحات بھی کی جارہی ہیں لیکن ان کا تعلق فلسطین اور اس کے باشندوں کے ساتھ نہیں ہے۔ ایک سترہ سالہ اسرائیلی طالب علم نے بتایا کہ اس کی کتابیں اسے بتاتی ہیں کہ ہر وہ کام جو یہودی کرتے ہیں، عمدہ اور قانونی ہوتے ہیں جبکہ عربوں کے ہر فیصلے غلطی سے پر ہوتے ہیں، اور یہ کہ عرب ان یہودیوں کو فلسطین سے نکالنے کے ہمیشہ درپے رہتے ہیں۔ تعلیمی کتابوں میں اس طرح کے اسباق سموکر وہاں کی حکومت یہودی طلبہ میں عربوں اور مسلمانوں کے خلاف نفرت کو بالکل ابتدا ہی سے سمونے کی کوشش کرتی ہے۔

حیفہ (اسرائیل) کے ایک اسکول کی چھٹی جماعت کے ستر فیصد یہودی طلبہ نے بتایا کہ عرب باشندے قاتل، اغواء کنندہ، جرائم پیشہ، اور دہشت گرد ہوتے ہیں۔ اسی اسکول کے اسی فیصد طلبہ نے بتایا کہ عرب لوگ گندے ہیں اور ان کے چہرے وحشت ناک ہیں۔ ان کے نوے فیصد طلبہ نے اظہار رائے کرتے ہوئے کہا کہ اسرائیل پر فلسطینی عربوں کا کوئی حق نہیں ہے۔ (بحوالہ مذکورہ بالا کتاب)

۱۹۶۷ء سے اب تک جو کتابیں اسرائیل میں شائع ہوتی چلی آرہی ہیں، ایک امریکی مصنف وایڈیٹر' کوہن،، کے مطابق ان میں سے ۵۲۰ کتابوں میں فلسطینیوں کے بارے میں توہین آمیز منفی تبصرے پائے جاتے ہیں جن میں عربوں کو تشدد پسند، برائی کا سرچشمہ، جھوٹے، لالچی، دو چہروں والے اور غدار قرار دیا گیا ہے۔ ان خصوصیات کے علاوہ مذکورہ مصنف کوہن نے نوٹ کیا کہ رسوا کرنے کی خاطر عربوں کے لئے مذکورہ کتابوں میں مندرجہ ذیل الفاظ بار بار استعمال کیے گئے ہیں۔

قاتل......۲۱ بار، سانپ......۶ بار، گندے......۹ بار، منحوس جانور......۷ ا بار، خون کے پیاسے......۲۱ بار

بھوتوں اور جنوں پر یقین رکھنے والے......۹ بار، اور اونٹ کے کوہان......۲ بار۔

ایڈیٹر کوہن لکھتا ہے کہ عربوں کے بارے میں یہ خرافات، عبرانی (یہودی) ادب وتاریخ کا ایک بڑا حصہ ہیں۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام کے مقابلے میں وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد کے لئے ابتدا ہی سے دشمنی سے بھرا رویہ رکھتے ہیں۔ اسرائیلی مصنفین خود بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں تاکہ اس طرح یہودی طلبہ کے نظریئے پر اثر انداز ہوسکیں اور تاکہ اس طرح یہودی طلبہ عربوں کے ساتھ ''معاملہ

طے کرنے کے لئے،، تیار ہو جائیں۔

ایک بار سابق اسرائیلی صدر موشے کٹساؤ katsav نے کہا تھا کہ ہمارے اور دشمنوں کے درمیان ایک بڑا خلا ہے۔ اور یہ خلا محض صلاحیتوں کے لحاظ سے نہیں بلکہ اخلاق، تمدن، انسانی جانوں کی حرمت، اور ضمیر کے لحاظ سے بھی ہے۔ فلسطینی وہ لوگ ہیں جو ہمارے براعظم اور ہماری دنیا سے تعلق ہی نہیں رکھتے۔ ان کا تعلق ایک دوسری کہکشاں سے ہے۔،، کتاب کا مذکورہ مصنف ''اسٹیون سلیٹا کہتا ہے،، رات کو اسرائیلی ایک پرسکون نیند لیتے ہوں گے کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ ان کی نصابی کتابیں اپنا کام خوب کر رہی ہیں۔،، (ص۳۹)

اسرائیلی تعلیمی اداروں کے مختلف درجات میں یہودیوں پر ہٹلر کے مظالم کا فرضی قصہ، ہولوکاسٹ کے نام سے پڑھایا جانا بھی لازمی تصور کیا جاتا ہے تا کہ ان کی آنے والی نسلیں اپنے باپ دادا کی '' ،، اور یہودی قوم کے دنیا بھر میں مظلوم ہونے کی حالت سے واقف ہو سکیں۔ ظاہر ہے کہ ظلم وستم کے تفصیلی اور بار بار کے مطالعے سے ان کے اندر انتقام کا شدید ردعمل پیدا ہونا لازمی ہے۔ یہودی شریعت کے مطابق دنیا میں پائے جانے والے تمام غیر یہودی بشمول عیسائی اور مسلمان ''گوئم،، (چوپائے، امی، اور احمق) ہیں۔ لہذا اسی بنیاد پر ان کی ہر سطح کی درسی کتابوں میں یہودی طلبہ کو اصرار کے ساتھ پڑھایا جاتا ہے کہ وہ اپنے علاوہ باقی تمام قوموں کو گوئیم، رذیل اور چوپائے سمجھیں۔

افسوس کہ آج کوئی عیسائی اور مسلم حکمران اسرائیل سے نہیں کہتا کہ وہ اپنے نصاب سے انتقامی ردعمل کو جنم دینے والے ''ہولوکاسٹ،، اور GoYEM والے اسباق اپنے نصابوں سے خارج کر دے۔ بقول کسی مغربی دانشور کے کہ دنیا کے امن کو تاراج کرنے سے اگر کسی قوم کو دلچسپی ہے تو وہ صرف یہودی قوم ہے۔

دو معروف آنجہانی یہودی مصنفین اسرائیل شحاک، اور نارٹن میزونسکی اپنی کتاب ''اسرائیل میں یہودی بنیاد پرستی،، (شائع شدہ جمہوری پبلی کیشنز۔ لاہور) میں لکھتے ہیں کہ اسرائیل کے تعلیمی اداروں میں طلبہ کو یہودیوں کی بنیادی مذہبی کتاب ''تالمود،، کا مطالعہ ضرور کروایا جاتا ہے۔ تعلیمی حکام اپنے طلبہ کو ہدایت دیتے ہیں کہ عبادت کرنے، خیرات دینے یا دوسرے نیک کام کرنے کی بجائے تالمود کا مطالعہ ان کے لئے جنت میں داخلے کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ اور جو طلبہ تالمود کے مطالعے میں منہمک ہوتے ہیں، وہ خود اپنے، اپنے خاندان، اپنے مالی معاونین اور دوسرے یہودیوں کے لئے بھی کسی حد تک جنت میں داخلے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ (ص۶۲)

یہی مصنفین آگے چل کر لکھتے ہیں کہ ریاست اسرائیل کے قیام کے چند سالوں کے بعد ہی اول درجے کے اسکولوں کی ریاضی کی کتابوں سے جمع کا نشان ختم کر کے اس کی جگہ (T) کا نشان لگایا گیا تھا اور کہا گیا

تھا کہ جمع کا نشان یہودی بچوں کو مذہبی اعتبار سے بگاڑ سکتا ہے۔(ص ۱۷۹) اسی ایک مثال سے اسرائیلی تعلیمی اداروں میں یہودی بنیاد پرستی کی شدت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

یہودی مذہب پر معروف ربیوں کی لکھی ہوئی امریکی ضخیم کتاب ''ایکسپلورنگ جیوش ٹریڈیشن،،(مصنفین ربی ابراہام جے وٹی اور راشیل جے وٹی۔مطبوعہ ڈبل ڈے پبلشرز۔نیویارک۔ص ۴۵۳۔۴۴۵) میں بتایا گیا ہے کہ ''یہودی اساتذہ اپنے طلبہ کو ذہن نشین کرواتے ہیں کہ جیسے جیسے وہ بوڑھے ہوتے جائیں گے، انہیں اندازہ ہوگا کہ تورات کے ہر حرف کے پیچھے کتنے آنسو اور کتنی مشکلات پوشیدہ ہیں۔،،اس طرح کی پڑھائی جانے والی ایک نظم کا نمونہ مندرجہ ذیل ہے۔

''پڑھو الف بے۔جو میں کہہ رہا ہوں،بچو،اسے دھیان سے سنو۔جب تم بڑے ہو جاؤ گے تو خود سمجھ جاؤ گے کہ ہر حرف کے اندر کتنے آنسو اور کتنے بین پوشیدہ ہیں۔!،،

ان الفاظ سے شاعر دراصل طلبہ کو سمجھانا چاہتا ہے کہ موجودہ تورات کو تم تک پہنچانے میں تمہارے آباؤ اجداد کو کس قدر دکھوں اور اذیتوں سے گزرنا پڑا ہے!(افسوس کہ مسلمان قرآن کے مسلمانوں تک پہنچنے میں آنے والی تکلیفوں کا ذکر کرنے کو عیب سمجھتے اور نصاب سے خارج کراواتے ہیں۔(مجلس ادارت)

اس وقت امریکہ اور اسرائیل میں ان گنت اسکول اور کالج ایسے ہیں جن میں مرد و خواتین کو تورات اور جدید علوم دونوں کا عالم بنائے جانے کے کورس کروائے جاتے ہیں۔ایک بڑا ربی،الزر،دونوں قسم کی تعلیمات کے بارے میں اصولی بات کہتا ہے۔''اگر تورات نہیں ہے،تو دنیا کا کوئی پیشہ نہیں ہے۔اگر آٹا نہیں ہے تو تورات نہیں ہے۔اور اگر تورات نہیں ہے تو آٹا بھی نہیں ہے۔،،(کاش کہ یہ فکر مسلمانوں نے بھی اپنائی ہوتی اور قرآن تعلیم کو حرزِ جاں بنایا ہوتا......مجلس ادارت)

نظم کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے تمام کاروبار اور پیشوں کو صرف خدا کی ہدایت کے مطابق ہی چلانا چاہئے جس کے لئے تورات کے گہرے علم کی ضرورت ہے۔اس طرح یہودی ربی اپنے طلبہ کو مذہبی بنیاد پرستی سے جان چھڑانے کی بجائے انہیں اس بنیاد پرستی کو اپنے ذہنوں میں مستحکم کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔

تورات کی تشریح کرتے ہوئے یہودی مذہبی قوانین کی کتاب ''تالمود،،نے انسانی زندگی کے مختلف ادوار کا ایک نظام الاوقات پہلے ہی سے طے کردیا ہے۔تالمود کہتی ہے۔''پانچ سال کی عمر سے ''بائبل،،(تورات وزبور) پڑھنا شروع کرو۔تیرہ سال کی عمر میں مذہبی فرائض کی ادائیگی کرنے اٹھ کھڑے ہو۔پندرہ سال کی عمر سے''تالمود،،کا مطالعہ اختیار کرنے لگو،اور بیس سال کی عمر سے رزق تلاش کرنے نکل کھڑے ہو،،۔

(avot .5.21)۔(کتاب۔تالمود بے نقاب ہوتی ہے۔ترجمہ راقم۔کراچی) کوئی بھی فرد سوچ سکتا

ہے کہ اس طرح کے پڑھائے جانے والے اسباق سے یہودی طلبہ کے اندر سوائے اس بنیاد پرستی کے، دوسری اور کیا صفت پیدا ہوگی جسے اسلامی ممالک کے نصاب سے خارج کرنے کے لئے صہیونی اور امریکی مل کر احکام جاری کر رہے ہیں؟

عالمی طور پر نصاب میں تبدیلی کی جو مہم صہیونیوں نے سینکڑوں سال پہلے شروع کی تھی، سب سے پہلے اسے ایک سابق امریکی صنعتکار ہنری فورڈ اول نے محسوس کیا تھا۔ اپنی کتاب ''دی انٹرنیشنل جیو،، (اردو ترجمہ عالمی یہودی فتنہ گر۔ صفہ پبلشرز۔ لاہور) میں اس نے تفصیل دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''ہماری اولادوں کو ان کے آباؤ اجداد کے ورثے سے محروم کیا جا رہا ہے۔ جوانی کے ابتدائی ایام میں جبکہ لڑکے آزادی فکر سے نئے نئے روشناس ہوتے ہیں، یہودی انہیں اپنے نرغے میں لے لیتے اور ان کے ذہنوں میں ایسے خیالات ٹھونس دیتے ہیں جن کے خطرناک نتائج کو ہماری اولاد اس وقت محسوس نہیں کر سکتی۔،،

ہنری فورڈ مزید لکھتا ہے:

''پروفیسروں اور طلبہ کو ساتھ ملا کر یہودی اپنے کام کو معزز بنا لیتے ہیں۔ یہ لوگ آرٹ، سائنس، مذہب، معاشیات، اور سماجیات، غرضیکہ ہر مضمون میں اپنے نظریات داخل کر دیتے ہیں۔ یہ یہودی طریقہ کار اب پوری طرح ظاہر ہو چکا ہے۔ یعنی پہلے پبلک اسکولوں کو سیکولر بناؤ۔ دوسرے الفاظ میں بچے کو یہ تعلیم نہ دو کہ اس کی تہذیب وتمدن کا تعلق ایک قدیم مذہب کے گہرے اصولوں سے ہے۔ یہی ہے وہ لبرل ازم، یہودی جس کا اتنا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں!۔،، (باب۔ یہودی اثرات کے مختلف پہلو)

نصاب میں عالمی طور پر تبدیلی کی یہ بات ہمارے سامنے اور زیادہ واضح ہو کر تب سامنے آتی ہے جب ہم صہیونیوں کے بڑوں کی مرتب کردہ قدیم دستاویز ''پروٹوکولز،، کا مطالعہ کرتے ہیں جہاں انہوں نے عیسائی اور مسلم تعلیم اداروں کے بارے میں صاف طور پر اپنے نظریات کو پیش کر دیا ہے۔ یہودی پروٹوکولز بیان کرتے ہیں کہ:

''جب ہماری حکومت قائم ہوگی تو سب سے پہلے ہم یونیورسٹیوں کی تعلیم کی از سر نو تنظیم کریں گے۔ اس مقصد کے لئے ایک خفیہ پروگرام کے تحت یونیورسٹیوں کے افسروں اور پروفیسروں کو نئے سرے سے تیار کیا جائے گا۔ نصاب تعلیم سے ایسے تمام مضامین خارج کر دیں گے جو ہمارے لئے مشکلات پیدا کرنے کا باعث بن سکتے ہیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ غیر یہودی عوام کو ایک ایسا فرمانبردار وحشی جانور بنا دیا جائے جو خود سوچنے اور سمجھنے سے عاری ہو۔،، (دستاویز نمبر ۱۶) (خدا کے لئے اس سازش کو سمجھیں اور اس پر غور کریں...... مجلس ادارت)

☆عش حیاۃ البساطۃ وایاک والرفاهیۃ والا سراف والبذخ، فکلماترفہ الجسم تعقدت الروح. ☆

یہی وہ رہنما خطوط ہیں جن کی بنیاد پر صہیونیوں نے پہلے تو عیسائی تعلیمی اداروں پر شب خون مارا کیونکہ تب وہ ان کے بدترین دشمن تھے۔اوراب وہ مسلم تعلیمی اداروں پر شب خون مار رہے ہیں جن کی ایماء پر عقل وخرد سے عاری ہمارے مسلم حکمران تعلیمی نصاب میں پرزوراحتجاج کے باوجود مسلسل منفی تبدیلیاں کئے جارہے ہیں۔

ہنری فورڈ اپنی مذکورہ کتاب میں سوال کرتا ہے کہ اب اس کا علاج کیا ہوسکتا ہے؟ پھرخود ہی جواب دیتا ہے کہ:

’’علاج بالکل آسان ہے۔یعنی طلبہ کو بتایا جائے کہ تمام افکار کی پشت پر وہ یہودی ہیں جو ہمیں اپنے ماضی سے کاٹ کر مستقبل کے لئے مفلوج کرنا چاہتے ہیں۔انہیں بتایا جائے کہ وہ ان لوگوں کی اولادیں ہیں جو یورپ سے تہذیب وتمدن لے کر آئے ہیں۔اب یہ یہودی ہمارے اندر آ گھسے ہیں جن کی نہ کوئی تہذیب ہے نہ مذہب۔اور نہ انہوں نے ماضی میں کوئی کارنامہ انجام دیا ہےاور نہ مستقبل کے بارے میں ان کے عزائم اعلی ہیں۔،،(ص۱۴)۔ایک اور مغربی مصنف،اور کینیڈا کا بحری کمانڈر ولیئم گائی کار،اپنی معروف تصنیف،pawns in the gameمیں کہتا ہے کہ’’ان کی قوت کا اندازہ لگانا ہوتو ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ ان کے گماشتے اپنی صلاحیتوں کے باعث تاریخ کے ان ہونے واقعات تک کو ہمارے تعلیمی اداروں میں پڑھائے جانے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔،،(کتاب ’پانزان دی گیم،۔ترجمہ راقم،بنام،’’بساط عالم کے مہرے،،۔باب بین الاقوامی سازش)۔

شہاب نامہ

اس ضمن میں ایک اور چشم کشا حقیقت سابق معروف بیوروکریٹ قدرت اللہ شہاب کے’’شہاب نامے،، میں پیش کی گئی ہے۔وہ لکھتے ہیں کہ فلسطینی مہاجرین کے بچوں کے لیے یونیسکو نے اپنے خرچ پر یروشلم، دریائے اردن کے مغربی کنارے(west bank)،اورغزہ کی پٹی(ghaza strip)میں بہت سے سکول کھول رکھے تھے۔ان سکولوں میں تربیت یافتہ مسلمان اساتذہ بھی یونیسکو کی منظوری سے تعینات ہوئے تھے،اوران میں جو درسی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں،وہ بھی یونیسکو کی جانب سے منظور شدہ ہوتی تھیں۔جب یروشلم سمیت ان علاقوں پر اسرائیل نے قبضہ کرلیا تو رفتہ رفتہ خبریں آنے لگیں کہ اسرائیلی حکومت نے ان سکولوں کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔یونیسکو کے متعین کردہ مسلمان اساتذہ کو زبردستی گھر بٹھا دیا گیا ہے۔ان کو تنخواہ تو باقاعدہ ملتی ہے،لیکن کسی اسکول کے قریب تک آنے کی اجازت بھی نہیں دی جاتی۔اگر کوئی استاد کسی جگہ حرف شکایت زبان پر لاتا ہے،تو وہ اپنے بال بچوں سمیت ناقابل بیان مظالم اور تشدد کی زد میں آجاتا ہے۔ان مسلمان اساتذہ کی جگہ ہر اسکول میں اب کٹر یہودی اسٹاف فلسطینی

مہاجر بچوں کو پڑھانے پر مامور ہے۔اس کے علاوہ ہر اسکول سے یونیسکو کی منظور شدہ درسی کتابیں بھی نصاب سے خارج کردی گئی ہیں،اوران کی جگہ اب ایسی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں جن میں اسلام،سیرت مبارکہ،اورعرب تاریخ وثقافت کے خلاف انتہائی گمراہ کن،غلیظ،اورشرمناک پروپیگنڈا ہوتا ہے۔

ایگزیکٹو بورڈ کے ہر اجلاس میں عرب ممالک کے نمائندے اسرائیل کی ان مذموم حرکات کا کچا چٹھا کھولتے تھے اورثبوت میں ان کتابوں کے نمونے بھی پیش کرتے تھے جو اس نے یونیسکو کے قائم کردہ سکولوں میں زبردستی رائج کی ہوئی تھیں۔صحیح حالات کا جائزہ لینے کی غرض سے دوبارایک معائنہ ٹیم اسرائیل گئی،لیکن دونوں بار ہمیں یہ رپورٹ ملی کہ عربوں کے الزامات کی تصدیق میں مقامی طور پر کوئی ثبوت نہیں مل سکا ہے۔اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ ٹیمیں اسرائیلی حکومت کے ساتھ پہلے سے اپنا پروگرام طے کرکے وہاں جاتی تھیں،اورمعائنہ کے روز اسرائیلی حکام متعلقہ سکولوں میں یونیسکو کے منظور شدہ اساتذہ اورکتابوں کی نمائش کا ڈرامہ رچا دیتے تھے!

ایگزیکٹو بورڈ میں عرب نمائندوں کے ساتھ میرے بڑے گہرے ذاتی تعلقات تھے۔ہم لوگ آپس میں مل جل کر سوچا کرتے تھے کہ اسرائیل کی اس طرح دھاندلی اوراسلام دشمنی کا بھانڈا کس طور پھوڑا جائے؟۔کافی سوچ بچار کے بعد سب کی یہی متفقہ رائے ہوئی کہ کسی قابل اعتماد شخص کو خفیہ مشن پر اسرائیل بھیجا جائے،اوروہاں سے وہ اسرائیل کے خلاف عائد کردہ الزامات کا ایسا ثبوت فراہم کرے جو ناقابل تردید ہو۔کئی ہفتوں کی چھان بین اور بحث مباحثہ کے بعد انجام کار قرعہء فال میرے نام نکلا۔میں نے بھی اسے ایک چیلنج سمجھ کر قبول کرلیا۔میرے دل میں ایک لگن یہ بھی تھی کہ شاید اسی بہانے میرے ہاتھوں ہزاروں فلسطینی بچوں کی کوئی خدمت ہوجائے جو اسرائیل کے قبضہء اختیار میں آکر ایسی کتابیں پڑھنے پر مجبور تھے جن میں دین اسلام اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ پر انتہائی رکیک،بے بنیاد،غلیظ،اورگمراہ کن حملے کیے گئے تھے۔چنانچہ میرا رابطہ ایک خفیہ تنظیم سے قائم ہوگیا۔چند ہفتے مجھے پیرس،قاہرہ،اوربیروت میں زیر تربیت رکھا گیا۔اس کے بعد ایک جعلی ایرانی پاسپورٹ پر مجھے دس روز کے لیے اسرائیل بھیجنے کا پروگرام طے ہوگیا۔اس زمانے میں سابق شاہ ایران کی حکومت نے اسرائیل کو تسلیم کیا ہوا تھا۔

تل ابیب کے ہوائی اڈے پر کسٹم والوں سے فارغ ہوکر جب میں اپنا سامان لئے باہر نکلا،تو اسرائیل کی ٹورسٹ کارپوریشن کے ایک خوش لباس نوجوان نمائندے نے لپک کر مجھے خوش آمدید کہا۔گرم جوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے اس نے دبی زبان سے وہ شناختی الفاظ بھی ادا کیے جن کے متعلق مجھے پیرس میں آگاہ کردیا گیا تھا۔جواباً میں نے بھی اپنے مقرر کردہ شناختی الفاظ دہرائے،اس کے بعد ''مصطفیٰ،، نے اگلے دس

☆وزع الاعمال ولا تجمعها فی وقت واحد بل اجعلها فی فترات وبینها اوقات للراحة ملیکون عطاؤک جیدا.☆

روز کے لیے میرا مکمل چارج سنبھال لیا۔

''مصطفیٰ''، اس نوجوان کا کوڈ نام تھا۔ چھبیس ستائیس برس کا یہ پڑھا لکھا فلسطینی جوان کئی سال سے جان کی بازی لگا کر اسرائیل میں آزادی وطن کی خاطر طرح طرح کے خفیہ فرائض سرانجام دے رہا تھا۔ اسی کے زیر اہتمام میں یونیسکو کے قائم کردہ بہت سے اسکولوں میں گیا اور ۱۱۳، شرانگیز کتابوں کے نسخے حاصل کیے جو اسرائیلیوں نے یونیسکو کے منظور شدہ نصاب کی جگہ وہاں پر زبردستی رائج کر رکھے تھے۔ ان کتابوں پر میں نے ہیڈ ماسٹروں اور کئی دیگر اساتذہ کے آٹوگراف بھی لیے۔ یہ وہ یہودی ہیڈ ماسٹر اور اساتذہ تھے جنہیں اسرائیلیوں نے یونیسکو کو دھوکہ دے کر مسلمان اساتذہ کی جگہ تعینات کر رکھا تھا۔ کئی جگہ میں نے ان کی بہت سی خفیہ تصویریں اتاریں۔ ایک دو اسکولوں میں وہاں کے یہودی اسٹاف کے ساتھ میرا گروپ فوٹو کھینچا گیا۔ ایک سکول میں ایک فلسطینی بچے کو انتہائی بے دردی کے ساتھ نہایت کڑی اور ذلت آمیز سزا مل رہی تھی۔ اس کا قصور صرف اتنا تھا کہ اس نے اپنی کتاب کا وہ حصہ پڑھنے سے انکار کر دیا تھا جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں انتہائی گستاخ الفاظ درج تھے۔ ہم نے اپنے خفیہ کیمرے کی مدد سے اس سین کی پوری فلم اتار لی جس کی لمبائی دو سو فٹ سے بھی کچھ اوپر تھی۔

خدا کا شکر ہے کہ پیرس واپس آنے کے بعد اسرائیل سے لائی ہوئی میری شہادتوں کو یونیسکو والوں نے تسلیم کر لیا۔ ڈائریکٹر جنرل نے ایسے اقدامات کیے کہ مقبوضہ عرب علاقوں میں یونیسکو کے قائم کردہ تمام اسکولوں میں عربوں کا منظور شدہ درسی نصاب از سر نو رائج ہو گیا اور اسرائیل کی لگائی ہوئی ۱۱۳، شرانگیز کتابیں بھی منسوخ ہو گئیں۔ اس کے علاوہ آئندہ اس صورت حال پر کڑی نظر رکھنے کے لیے قابل اطمینان بندوبست بھی کر دیا گیا۔ (شہاب نامہ۔ صفحہ ۱۱۱۶ تا ۱۱۲۳)

کاش کہ ہمارے مسلم حکمران سمجھ سکیں کہ جن صہیونیوں کی ایماء پر وہ اپنے ہاں کے قدیم تعلیمی نصابوں کی مسلسل ادھیڑ بن میں لگے ہوئے ہیں، انہوں نے خود اپنے ملک میں دوسروں کے خلاف نفرت، اپنی نسلی برتری، بنیاد پرستی اور دوسروں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کو اپنی نصابی کتابوں کے ہر ہر صفحے پر بکھیرا ہوا ہے۔ ''عالمی امن'' کی خاطر اگر کسی اسلامی ملک کا تعلیمی نصاب تبدیل ہونا ناگزیر ہو تو انصاف کا تقاضا ہے کہ پھر ریاست اسرائیل کے تعلیمی نصاب کو بھی از سر نو ترتیب دیا جانا چاہئے۔ جس وقت عیسائی دنیا یہودیوں کو بری طرح مار رہی تھی اور پناہ کی تلاش میں وہ ساری دنیا میں مارے مارے پھر رہے تھے، اس وقت مسلم اسپین میں یہودیوں کو خوش آمدید کہا جا رہا تھا اور پرسکون زندگی گزارنے کی سہولت دی جا رہی تھی۔ یہی وہ مسلم ہسپانیہ تھا جہاں پہنچ کر یہودیوں نے اپنی علمی و تخلیقی صلاحیتوں کو نکھار بخشا تھا۔ اس بات کا اعتراف خود یہودی مفکرین آج بھی کرتے ہیں۔ ہمارے مسلم حکمرانوں کو چاہئے کہ وہ یہودیوں کو مجبور کریں کہ

اسرائیلی تعلیمی نصاب میں وہ ہمارے اس احسان کو بھی سموئیں تا کہ اسرائیلی طلبہ کو اندازہ ہوسکے کہ جب یہودی ہر طرف سے عیسائیوں کے ذریعے کھدیڑے جارہے تھے، اس وقت یہ مسلمان ہی تھے جنہوں نے اس کٹھن وقت میں انہیں امن اور تحفظ فراہم کیا تھا۔

....

امام وخطیب

کی

شرعی ومعاشرتی حیثیت

تالیف: ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

ناشر: اسکالرز اکیڈمی کراچی

ملنے کا پتہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور کراچی ......مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی

مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ...... جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

☆تیقن ان کل من تعاملهم من اخ وابن وزوجة وقريب وصديق ،لايخلو من عيب فوطن نفسک علی تقبل الجميع .☆